دیوانِ غالب کے چند منتخب نسخوں کا تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر عالیہ امام
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، سمن آباد، لاہور

COMRATIVE STUDY
OF SELECT DIWANS OF GHALIB

Alya Imam, PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. Post Graduate College (W) Samanabad, Lahore

Abstract

Mirza Ghalib is one of the greatest poets of Urdu. His poetry is known for many qualities like versatility, depth, philosophic approach and command over the art of poetry. His Urdu diwan was published five times in his life. It is still one of the most popular diwans of Urdu poetry. The result of its popularity tempted many scholars for its editing. Their point of views and approaches are quite different from each other. The article presents an overview of diwan of Ghalib through examples. It also compares the different selections of Ghalib's poetry and discusses how much the principles of editing have been observed in these editions.

Keywords: Mirza Ghalib, Urdu, poetry, Nuskha e Hamedia, Nuskha e Shirani, Nuskha e Arshi, Nawai Saroosh, Yadgar e Nala, Nuskha e Khawja, Nuskha e Asraf

تدوینِ متن سے مراد ہے متن کی تدوین کرنا اور ایک ایسا معیاری نسخہ ترتیب دینا جو تدوینی اصولوں کی روشنی میں تیار کیا جائے اور جسے غلطیوں سے ممکنہ حد تک پاک رکھا جائے۔تدوینِ متن کی ترکیب میں تدوین اور متن دو الفاظ شامل ہیں۔متن سے مراد ہر وہ با معنی عبارت ہے جو تحریر کی صورت میں ملتی ہے۔تدوین کا عمل اس تحریر کو مصنف کی منشا کے مطابق ترتیب دینا ہے۔کلام کو الحاقی اجزا سے پاک کرنا ہے اور جو کلام شامل ہونے سے رہ گیا ہے اسے شامل کر کے ایک مکمل نسخہ مرتب کرنا ہے۔مختلف لغات میں تدوین کے جو معانی درج ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

لغاتِ کشوری میں تدوین کے معنی ہیں: تدوین۔ع جمع کرنا، تالیف کرنا۔ (۱)

لغت نامہ دھخدا میں تدوین کے معنی کی یہ صراحت کی گئی ہے: تدوین[تَ] (ع مص م)۔ در دیوان نبشتن۔نام کسی را در دیوان سپاھیان نوشتن۔ترتیب دادن دیوان را،فراھم آوردن دیوان را۔ ترتیب وتالیف وفراھم آوردگی، جمع نمودن وتالیف کردن۔ (۲)

فرہنگ آنندراج میں تدوین کے یہ معنی درج ہیں: تدوین۔بروزن تفعیل۔ع۔جمع نمودن وتالیف کردن۔(۳)

فرہنگ فارسی عمید میں تدوین کے یہ معانی دیے گئے ہیں: تدوین مص [ع] (تَ۔وِ) اشعار یا مطالبی را در یک دفتر جمع کردن، دیوان ساختن، چیزی در دیوان ثبت کردن،فراھم آوردن وتالیف کردن۔ (۴)

اردو میں تدوین کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔اردو میں نظم ونثر کا ابتدائی سرمایہ زیادہ تر مخطوطات اور قلمی نسخوں کی صورت میں ملتا ہے۔یہ قلمی نسخے جب طباعت کے مراحل سے گزرے تو ان میں بہت سی غلطیاں یا تبدیلیاں راہ پا گئیں۔جن شعرا کا کلام زیادہ طبع ہوا ان میں تبدیلیوں کا تناسب بھی اسی حساب سے بڑھتا گیا۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ قدیم دواوین اور نثری متون کے معیاری نسخے ترتیب دیے جائیں جن میں منشائے مصنف کے حصول کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔درحقیقت متن ہی وہ بنیاد ہے جس پر تحقیق اور تنقید کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب ایسے شاعر ہیں جن کے کلام کی مقبولیت آج بھی قائم ہے۔ ان کا دیوان نادر مضامین و افکار کا ایسا مجموعہ ہے جس کی آب و تاب کو وقت گہنا نہیں سکا۔ غالب نے اپنی زندگی میں تخلیقات نظم و نثر کی اشاعت پر بھرپور توجہ دی۔ 'دیوانِ غالب' اردو کے کئی مخطوطے اور قلمی نسخے موجود تھے۔ غالب کے کلام کے کئی انتخابات بھی سامنے آئے۔ غالب کا اردو دیوان ان کی زندگی میں پانچ مرتبہ چھپا۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

پہلا مطبوعہ ایڈیشن: غالب کے دیوان کی پہلی اشاعت مطبع سید الاخبار دہلی سے اکتوبر ۱۸۴۱ء میں ہوئی۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۰۸ اور اشعار کی تعداد ۱۰۹۴ تھی۔ اس پر نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر نیر نے تقریظ لکھی تھی۔

دوسرا مطبوعہ ایڈیشن: یہ مئی ۱۸۴۷ء میں مطبع دارالسلام دہلی (مطبع صادق الاخبار) سے چھپا۔ اس نسخے میں نواب تجمل حسین خاں کی مدحیہ غزل اور بیسنی روٹی والے قطعے کا اضافہ کیا گیا۔ اشعار کی تعداد ۱۱۰۹ تھی۔

تیسرا مطبوعہ ایڈیشن: دیوانِ غالب کی تیسری اشاعت ۱۸۶۱ء میں مطبع احمدی سے ہوئی۔ اشعار کی تعداد ۱۷۹۶ تھی۔ غالب نے اسے دیکھا لیکن چند اغلاط باقی رہ گئیں۔ غالب کو ان کے لیے غلط نامہ لکھنا پڑا جو دیوان کے ساتھ ہی شائع ہوا۔

چوتھا مطبوعہ ایڈیشن: غالب نے محمد حسین خاں کی تجویز پر تیسرے ایڈیشن کی اغلاط دور کیں۔ یہ تصحیح شدہ نسخہ جون ۱۸۶۲ء میں مطبع نظامی کان پور سے چھپا۔ اس میں صرف دو غزلوں کے اضافے سے اشعار کی تعداد ۱۸۰۲ ہوگئی۔ یہ نسخہ متداول دیوان کی صورت میں بار بار شائع ہوتا رہا۔

پانچواں مطبوعہ ایڈیشن: اس کی بنیاد نسخہ رام پور جدید کی وہ نقل ہے جو غالب نے منشی شیونرائن کو بھیجی تھی۔ ۱۸۶۳ء میں مطبع مفید خلائق آگرہ سے یہ دیوان شائع ہوا اور اشعار کی تعداد ۱۷۹۵ تھی۔ اس کی

خاص بات یہ تھی کہ پہلی مرتبہ یائے معروف و یائے مجہول اور ہائے ہوز و ہائے مخلوط میں امتیاز کیا گیا۔(۵)

غالب کے دیوان کی ترتیب و تدوین کا فریضہ کئی اصحاب نے انجام دیا ہے۔ ان سب میں کن کن تدوینی اصولوں کو رہنما بنایا گیا ہے اور ان کی کس حد تک پاس داری کی گئی اس کے لیے چند اہم ''دواوینِ غالب'' کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کے امتیازات و تسامحات کو دیکھتے ہیں۔

ا۔ دیوانِ غالب —— نسخۂ حمیدیہ

بھوپال کے کتب خانۂ حمیدیہ میں 'دیوانِ غالب' کا قلمی نسخہ (مکتوبہ ۱۸۲۱ء) موجود تھا۔ بھوپال کے ڈائریکٹر سررشتۂ تعلیم مفتی انوار الحق نے ۱۹۲۱ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ یہ نسخہ 'نسخۂ حمیدیہ' کے نام سے مشہور رہا۔

پروفیسر حمید احمد خان نے اگست ۱۹۳۸ء میں بھوپال میں قیام کیا اور محولہ بالا قلمی نسخے اور مطبوعہ دیوان کے مطالعے کے بعد اپنی یادداشتیں ترتیب دیں۔ بعد ازاں ان کی اہمیت دو چند ہوگئی کیوں کہ کتب خانۂ بھوپال سے دیوانِ غالب کا مخطوطہ گم ہوگیا۔ حمید احمد خان کا مرتبہ دیوان مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۹۲ء میں دوبارہ شائع ہوا اور ہمارے پیشِ نظر یہی اشاعت ہے۔

حمید احمد خان نے محسوس کیا کہ غالب کے مطبوعہ نسخے (۱۹۲۱ء) میں قلمی نسخے کی ترتیب سے انحراف کیا گیا ہے اور حاشیے اور متن کے امتیاز کو قائم نہیں رکھا گیا لہٰذا ضروری ہے کہ ان کمیوں کو دور کیا جائے۔ وہ اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> ''یہ صورتِ حال دیکھ کر میرے لیے لازم ہوا کہ میں اپنی پوری توجہ دو باتوں پر مرکوز رکھوں؛ اول یہ کہ قلمی نسخے کے مندرجات کی صحیح ترتیب معیّن کروں اور دوم یہ کہ حاشیے اور متن کے اندراج کے معاملے میں قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے درمیان جہاں جہاں اختلاف ہے، اس کے متعلق مفصل یادداشتیں لے لوں۔''(۶)

حمید احمد خان نے مطبوعہ نسخے کو بنیاد بنایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مفتی صاحب نے قلمی نسخے کے بعد لکھا گیا کلام غالب اور اصلاحاتِ غالب کو بھی اس میں شامل کر دیا تھا اور مطبوعہ نسخے کی ترتیب قلمی نسخے کے مطابق ہی ہے۔ حمید احمد خان نے جدید املا کو قدیم پر ترجیح دی ہے یہ بھی مفتی انوار الحق کے تتبع میں کیا گیا ہے۔ 'نسخۂ حمیدیہ' میں دیگر متون سے تقابل و توازن کا اصول بھی نظر آتا ہے مثلاً ص۲۷ پر شعر ہے:

گرمی دولت ہوئی آتش زنِ نام نکو　　　خانہ خاتم میں یاقوتِ نگین اختر ہوا

اس صفحے کے نیچے حاشیے میں درج ہے:

ا۔ شیرانی و عرشی: ''اخگر'' بجائے ''اختر''۔

اس طرح انھوں نے متن کے اختلافات کو حاشیے میں بیان کر دیا ہے اور اختلافاتِ نسخ کی نشان دہی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

۲۔ دیوانِ غالب —— نسخۂ شیرانی

دیوانِ غالب کا ایک اہم اور نایاب مخطوطہ حافظ محمود شیرانی کے ذخیرے میں موجود تھا۔ جب ان کا ذخیرۂ کتب پنجاب یونیورسٹی کو دیا گیا اس میں مذکورہ نسخہ موجود تھا۔ قدیم الکتابت نسخہ 'نسخۂ حمیدیہ' کے نام سے شائع ہو چکا تھا۔ یہ نسخہ اس کے بعد کا ہے اس کی تکمیل کا حتمی سن معلوم نہیں لیکن داخلی شواہد کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ 'نسخۂ حمیدیہ'(۱۸۲۱ء) کے بعد کتابت کیا گیا کیوں کہ اس میں شامل بعض غزلیات 'نسخۂ حمیدیہ' میں موجود نہیں تھیں۔ اس کا قیاسی سن ۱۸۲۶ء۔۱۸۲۷ء ہے اور اس پر اہلِ علم کا اتفاق ہے۔ اس میں غزلیات کی تعداد ۲۷۶ ہے۔ غزلیات کے بعد نونیہ قصیدے کے ۶۳ اشعار دیے گئے ہیں۔ اس کا مطلع ہے:

تمام اجزا ی عالم صید دام حسم، گریاں ہے　　　طلسم ششجہت یکحلقہ گرداب طوفاں ہے(۷)

اس ایک مثال سے اس عہد کی املائی خصوصیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حرف ''ش'' کو منقوطہ اور

غیر منقوطہ دونوں طرح سے لکھا گیا ہے یعنی نقطے بھی لگائے گئے ہیں اور 'ش' کے نقطوں کی جگہ علامت بھی لگا دی گئی ہے جس سے تین نقطے مراد ہیں یعنی لفظ چشم کی جگہ ''حسم'' لکھا گیا ہے اور ششجہت کو نقطوں کے ساتھ لکھا گیا ہے اور ''گ'' کو ایک ہی مرکز سے لکھا گیا ہے اور ''گریاں'' کی جگہ ''کریاں'' اور ''گرداب'' کی جگہ ''کرداب'' لکھا گیا ہے۔ یہ مطلع جدید املا میں یوں لکھا جائے گا:

تمام اجزا ئی عالم صید دام چشم گریاں ہے   طلسم شش جہت یک حلقۂ گرداب طوفاں ہے

نسخۂ شیرانی میں صفحات پر مسلسل نمبر نہیں لگائے گئے۔ ہر ورق کو ا اور ب دو اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے مثلاً ۱۳ ا اور ۱۳ ب وغیرہ۔ اس کے علاوہ دائیں طرف کے صفحے کے آخر پر حاشیے میں جو لفظ درج ہے اسی سے بائیں طرف کے صفحے کا آغاز ہوتا ہے یعنی رکاب ڈالے گئے ہیں۔ یہ نسخہ غالب کے عہد کی املائی خصوصیات واضح کرتا ہے کہ اس دور میں اعراب بالحروف کا استعمال عام تھا مثلاً ایک غزل کا مطلع ہے:

دل نازک پہ اوسکی رحم آتا ہی مجہہی، غالب   نکر بیباک اوسکافر کو الفت آزمائی مین (۸)

اب جدید املا میں اعراب بالحروف کو ترک کر دیا گیا ہے یعنی ''اوسکی'' کی جگہ جدید املا میں ''اس کی'' لکھا جاتا ہے۔ یہ شعر یوں لکھا جائے گا:

دل نازک پہ اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب   نہ کر بیباک اس کافر کو الفت آزمانے میں

مذکورہ بالا شعر میں یائے معروف و یائے مجہول میں امتیاز نہیں رکھا گیا اور ''ہے'' کی جگہ ''ہی'' لکھا ہے، ''مجھے'' کی جگہ ''مجہی'' اور ''آزمانے'' کی بجائے ''آزمائی'' لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ اس عہد کی املائی خصوصیات کی نشان دہی کرتا ہے۔

دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)

امتیاز علی خاں عرشی نے 'دیوان غالب' کی ترتیب وتصحیح کی۔ یہ دیوانِ غالب 'نسخۂ عرشی' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا پہلا ایڈیشن انجمن ترقی اردو ہند سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن جون ۱۹۹۲ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا۔

نسخۂ عرشی کا ایک امتیاز اس کا مفصل مقدمہ ہے جو ۱۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں غالب کی زندگی کے نمایاں واقعات، تعلیم و تربیت، شعر گوئی وغیرہ کے متعلق نہ صرف بیان کیا گیا ہے بل کہ خطوط غالب سے اسناد بہم پہنچائی گئی ہیں۔ دیوانِ غالب کے اہم قلمی نسخوں اور انتخابات کے بارے میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ 'نسخۂ عرشی' کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

گنجینۂ معنی: پہلے حصے کا نام ہے اور اس میں ۱۸۳۳ء تک کا کلام درج ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ غالب کا یہ شعر قرار دیا ہے:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے　　جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

نوائے سروش: یہ حصہ اس کلام پر مشتمل ہے جو غالب نے اپنی زندگی میں چھپوایا تھا اور جو آج متداول ''دیوانِ غالب'' ہے۔ یہ ترکیب بھی شعرِ غالب سے لی گئی ہے:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں　　غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

یادگارِ نالہ: یہ وہ متفرق کلام ہے جو بعض نسخوں کے حاشیوں یا خاتمے میں درج تھا یا مختلف اخبارات ورسائل کی زینت بنا تھا۔ یہ نام بھی غالب کے شعر سے لیا گیا ہے:

نالۂ دل نے دیے اوراقِ لختِ دل بباد　　یادگارِ نالہ، یک دیوانِ بے شیرازہ تھا

بادآورد: یہ کلام غیر متوقع طور پر نسخۂ عرشی زادہ کے ذریعے دریافت ہوا تھا۔ اسی لیے اسے 'بادآورد' کا نام دیا گیا۔(۹)

امتیاز علی خاں عرشی نے 'نسخۂ عرشی' کی ترتیب نسخۂ رام پور جدید کے مطابق رکھی ہے۔ دیباچہ، قطعات، مثنوی، قصائد، غزلیات، رباعیات، تقریظ۔ عرشی صاحب نے اختلافاتِ نسخ کا ذکر کیا ہے اور اپنے زیرِ مطالعہ قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ اشخاص، مقامات اور کتب و رسائل کے حوالے سے تین اشاریے بھی 'نسخۂ عرشی' کا حصہ ہیں۔ غالب کی عادت تھی کہ اپنے کلام پر نظرِ ثانی

کرتے رہتے تھے۔عرشی صاحب نے اصلاحاتِ غالب کے سلسلہ میں جو اصول اختیار کیا ہے اسے خوش ذوقی سے تعبیر کیا ہے کہ اگر غالب کی اصلاح اچھی ہے تو اسے اپنا لیا جائے ورنہ مسترد کر دیا جائے۔لکھتے ہیں:

> ''جہاں تک نسخۂ عرشی کے متن کا تعلق ہے اس میں میرزا صاحب کی آخری اصلاح پیش کی گئی ہے اور باقی ترمیموں کو اختلافِ نسخ میں جگہ دی ہے لیکن کہیں کہیں کسی خاص وجہ سے اس کے خلاف بھی عمل میں آیا ہے۔۔۔۔بظاہر یہ اصولِ ترتیب وتصحیح سے انحراف ہے مگر آخر اصول میں کسی قدر لچک بھی تو ہوا کرتی ہے۔'' (۱۰)

امتیاز علی خاں عرشی نے حسبِ ضرورت قدیم وجدید املا کو برتا ہے مثلاً لفظ ''خورشید'' کے بارے میں صراحت کر دی ہے کہ اس لفظ کو جدید املا کے مطابق اسی طرح لکھا گیا ہے اور غالب کی منشا کے مطابق ''خرشید'' بھی لکھا گیا ہے۔اس کے علاوہ لفظ ''نشہ'' کو تشدید کے ساتھ ''نشّہ'' لکھا گیا ہے کیوں کہ غالب اس املا کو ترجیح دیتے تھے۔نسخۂ عرشی کے ص ۳ سے مثال دیکھیے:

سجۂ عرضِ دو عالم ، بکفِ آبلہ دار   کسوتِ تاک میں ہے ، نشّۂ ایجادِ ازل

اس طرح عرشی صاحب نے منشائے حصول کے لیے کاوش کی ہے۔عرشی صاحب کا کام قابلِ قدر حیثیت رکھتا ہے۔

دیوانِ غالب کامل (تاریخی ترتیب کے ساتھ)

کالی داس گپتا رضا نے کلامِ غالب کو تاریخی طور پر ترتیب دیا۔یہ پہلی بار انجمن ترقی اردو پاکستان سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔مقدمہ میں مرتب نے وضاحت کی ہے کہ غالب کے اشعار کی تاریخی وزمانی ترتیب کو مدِنظر نہ رکھنے کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں مثلاً 'آبِ حیات' میں آزاد کے تخیل نے کچھ اشعار کی بنیاد پر فرضی واقعات اخذ کر لیے۔اس لیے ضروری ہے کہ غالب کے کلام کی تاریخی ترتیب کی جائے اور توقیتِ متن کے ذریعے غالب کے فکری ارتقا کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ’’جب تک غالب کے تمام کلام کا تاریخی ترتیب سے مطالعہ نہ کیا جائے گا، ہم نتائج اخذ کرنے میں اکثر ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ میں نے اسی مقصد کو رہنما بنا کر اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ تاریخی ترتیب ہی سے غالب کے سوانحی اور فکری ارتقا کا صحیح تجزیہ ہو سکے گا۔‘‘ (۱۱)

کالی داس گپتا رضا نے امتیاز علی خاں عرشی کے ’نسخۂ عرشی‘ کو بنیاد بنایا ہے اور اس سے استفادہ کا جا بجا اعتراف کیا ہے۔ اختلافاتِ نسخ کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیوں کہ ان کے بقول اس کے لیے ’نسخۂ عرشی‘ ہی کافی ہے جہاں یہ کام عمدہ طریقے سے ہو چکا ہے۔ انھوں نے ’دیوانِ غالب کامل‘ کو گیارہ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

کلام کا پہلا دور ۱۸۰۷ء ——— ۱۸۱۲ء

کلام کا دوسرا دور ۱۸۱۳ء ——— ۱۸۱۶ء

کلام کا تیسرا دور ۱۸۱۷ء ——— ۱۸۲۱ء

کلام کا چوتھا دور ۱۸۲۲ء ——— ۱۸۲۶ء

کلام کا پانچواں دور ۱۸۲۷ء ——— ۱۸۲۸ء

کلام کا چھٹا دور ۱۸۲۸ء ——— ۱۸۳۳ء

کلام کا ساتواں دور ۱۸۳۳ء ——— ۱۸۴۷ء

کلام کا آٹھواں دور ۱۸۴۸ء ——— ۱۸۵۲ء

کلام کا نواں دور ۱۸۵۳ء ——— فروری ۱۸۵۷ء

کلام کا دسواں دور مئی ۱۸۵۷ء ——— ۱۸۶۲ء

کلام کا گیارھواں دور ۱۸۶۳ء ——— ۱۸۶۷ء

آخر میں اشخاص، مقامات وغیرہ کے اشاریے اور فہرستِ غزلیات ہے۔

دیوانِ غالب ——— نسخۂ خواجہ

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے ’دیوانِ غالب‘ کی تدوین کی۔ یہ الوقار پبلی کیشنز لاہور سے ۱۹۹۸ء

میں شایع ہوا۔ اسے گورنمنٹ کالج لاہور کے سابق پرنسپل اور ادبیاتِ انگریزی و اردو کے استاد پروفیسر خواجہ منظور حسین کے نام معنون کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر معین الرحمٰن کے مطابق یہ گوہرِ نایاب (مخطوطہ مذکورہ دیوان) اتفاقاً ہاتھ آیا اور اس میں غالب کا ۱۸۵۲ء تک کا کلام شامل ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد ۱۵۴۸ ہے۔ فاضل مرتب کا دعویٰ ہے کہ یہ نسخہ بڑی حد تک 'نسخۂ لاہور' (مملوکہ پنجاب یونیورسٹی) کے مماثل ہے جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری سے گم ہو گیا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کے 'نسخۂ لاہور' سے اہلِ علم کو سید عبداللہ نے اپنے مضمون مشمولہ 'ماہِ نو' کراچی ۱۹۵۴ء میں متعارف کروایا تھا۔ سید معین الرحمٰن کا نظریہ یہ تھا کہ غالباً 'نسخۂ لاہور' اور 'نسخۂ خواجہ' کا ماخذ ایک ہی مخطوطہ ہوگا جس سے دونوں نسخے نقل کیے گئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ 'نسخۂ خواجہ' کے اشعار ۱۵۴۸ اور 'نسخۂ لاہور' کے ۱۵۶۸ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''قاضی عبدالودود نے 'مخطوطہ دیوانِ غالب' (کتب خانۂ دانش گاہِ پنجاب لاہور) اور مولانا امتیاز علی عرشی نے 'نسخۂ لاہور' کے طور پر جس مخطوطے کے کوائف پیش کیے ہیں، بڑی حد تک جزئیات سمیت اس کی تفصیلات اور علامات وہی ہیں جو زیرِ نظر نسخۂ خواجہ میں موجود ہیں۔'' (۱۲)

'نسخۂ خواجہ' میں دائیں طرف خطی نسخے کا عکس ہے اور بائیں طرف کمپوز شدہ متن ہے۔ اس کے بعد چار صفحات پر خاتمے کی فارسی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ آخر میں کالی داس گپتا رضا کے تتبع میں اصناف وار کلامِ غالب کی توقیت کی گئی ہے۔

اس دیوان میں خطی نسخے کے عکس کی موجودگی کے باوجود متن سے انحراف کی چند مثالیں مل جاتی ہیں مثلاً ایک شعر ص ۶ پر مخطوطہ میں اس طرح لکھا ہوا ملتا ہے:

ستایشگر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا وہ اک گلدستہ ہی ہم بیخودوں کی باغ نسیاں کا

اس شعر کا بائیں صفحے پر کمپوز شدہ متن کچھ مختلف ہے:

ستایش گر ہے زاہد اس قدر جس باغِ رضواں کا　　وہ اک گلدستہ ہے ہم بےخودوں کے طاقِ نسیاں کا

خط کشید الفاظ مخطوطے کے عکس اور متن میں اختلاف کو واضح کرتے ہیں۔ 'نسخۂ خواجہ' کی صداقت کے حوالے سے بہت سے اعتراضات کیے گئے۔ رشید حسن خاں نے 'املائے غالب' میں یہ رائے دی کہ سید معین الرحمٰن کا دعویٰ محل نظر ہے کہ وہ 'نسخۂ خواجہ' کو 'نسخۂ لاہور' سے مختلف قرار دیتے ہیں۔ رشید حسن خان کی رائے ہے:

''۔۔۔اس کا حوالہ 'نسخۂ لاہور' کے نام سے دیا گیا ہے۔ یوں کہ اسے 'نسخۂ خواجہ' کہنے کا جواز میری سمجھ میں نہیں آتا۔'' (۱۳)

ڈاکٹر تحسین فراقی نے ''دیوانِ غالب نسخۂ خواجہ ____ اصل حقائق'' میں کم و بیش اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ 'نسخۂ خواجہ' دراصل 'نسخۂ لاہور' ہی ہے جو پنجاب یونیورسٹی سے گم ہو گیا تھا اور کسی ذریعے سے سید معین الرحمٰن کو مل گیا۔ ان کے مطابق دونوں نسخوں کے صفحات کی تعداد، ترتیب اور کاتب (نواب فخر الدین محمد خان بہادر) ایک ہی ہے۔ اس کے علاوہ تقریظ میں اشعار کی تعداد یکساں ملتی ہے۔ وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

''اگر ان نسخوں کے آخر میں لکھی گئی تقریظ میں چاروں جگہ 'ہزار و پانصد و پنجہ و اند' ہی کے الفاظ ملتے ہیں تو اس بات کا کیا امکان رہ جاتا ہے کہ نسخۂ لاہور متعارفہ قاضی عبدالودود، نسخۂ متعارفۂ عرشی اور نسخۂ متعارفۂ معین الرحمٰن میں تو اشعار کی تعداد یکساں ہو مگر نسخۂ متعارفۂ سید عبداللہ میں بیس اشعار زیادہ ہوں اور کل تعداد ۱۵۴۸ کی بجائے ۱۵۶۸ (پندرہ سو اڑسٹھ) نکلے۔'' (۱۴)

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے عرشی صاحب کے 'نسخۂ عرشی' کے تتبع کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے علاوہ رموزِ اوقاف کی کثرت اور قلابین کی عدم موجودگی سے 'نسخۂ خواجہ' کا متن بوجھل ہو کر رہ گیا ہے۔

تدوین کا اصول ہے کہ جو لفظ متن میں چھوٹ جائے اسے لکھتے وقت [ ] قلابین ضرور لگائی جائے لیکن اس اصول کی پاس داری 'نسخۂ خواجہ' میں نظر نہیں آتی۔

دیوانِ غالب اردو ـــــــ نسخۂ عرشی و نسخۂ حمیدیہ کا تقابلی مطالعہ

'دیوان غالب اردو' کی تالیف ڈاکٹر زہرہ نثار نے کی ہے یہ جون ۲۰۰۸ء میں ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہوا۔ اس کے آغاز میں ۲۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں نسخۂ عرشی اور نسخۂ حمیدیہ کے تسامحات کی نشان دہی کی گئی ہے اور تقابلی مطالعے کے بعد ایک جامع دیوانِ غالب اردو مرتب کرنے کی ضرورت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ مؤلفہ لکھتی ہیں:

> ''اگرچہ 'نسخۂ عرشی' ذخیرۂ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے تاہم غالب کے دیگر مدونہ دواوین کی طرح یہ حرفِ آخر نہیں ہے۔ تحقیق وتدوین کا لامتناہی سفر کسی بھی تخلیق کی بازیافت کی کوشش ہے، اسے حتمی طور پر منشائے مصنف نہیں کہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دیوانِ غالب کی تدوین جیسا موضوع آج بھی زندہ ہے اور اس پر کام کرنے کی ضرورت وگنجائش موجود ہے۔'' (۱۵)

زہرہ نثار نے 'نسخۂ حمیدیہ' کو ناقص کاوش قرار دیا ہے کیوں کہ اس کی بنیاد یادداشتوں پر رکھی گئی تھی اور اس طرح متن کی صحیح بازیافت ممکن نہیں ہوسکتی۔ انھوں نے 'نسخۂ عرشی' کو بہتر قرار دیا ہے اور جو کلام اس میں منتشر تھا اسے یکجا کر دیا ہے۔ زہرہ نثار نے قلمی دیوان کی ترتیب کو متداول دیوان پر ترجیح دی ہے اور خط کشید الفاظ کے ذریعے اختلافاتِ نسخ کو بہتر طریقے سے واضح کیا ہے۔ مطلوبہ لفظ پر خط کھینچا گیا ہے اور نیچے حاشیے میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ مثلاً ایک شعر ہے:

یہ کس خورشید کی تمثال کا ہے جلوہ سیمابی　　کہ مثلِ ذرہ ہائے خاک آئینے پر افشاں ہیں

نیچے حاشیے میں وضاحت کر دی ہے کہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں بجائے 'خورشید' کے 'ناہید' طبع ہوا ہے اور عرشی صاحب نے بھی اسی لفظ کو ترجیح دی جو درست نہیں ہے۔ زہرہ نثار نے 'نسخۂ عرشی' سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

اردو کلیاتِ غالب (نسخۂ اشرف)

یہ کلیات سنگ میل پبلی کیشنز سے ۲۰۱۲ء میں چھپا۔ اس کے مرتبین ڈاکٹر محمد خاں اشرف اور ڈاکٹر عظمت رباب ہیں۔(۱۶) مرتبین نے اس دیوان کی تدوین کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ غالب کے جتنے بھی دیوان ترتیب دیے گئے ہیں وہ نا تمامی کا عیب رکھتے ہیں اسی لیے اس کتاب میں غالب کے کلام کو پہلی مرتبہ الف بائی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی بنیاد وہ 'نسخۂ اشرف' ہے جو ڈاکٹر محمد خاں اشرف نے ۱۹۶۹ء میں ترتیب دیا تھا۔ ۲۰۱۲ء میں شائع ہونے والے کلیات میں ڈاکٹر عظمت رباب نے معاونت کی ہے۔ ڈاکٹر اشرف لکھتے ہیں:

> ''غالب کے کُل کلام کو اس طرح سے آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ مجھے طالب علمی کے زمانے سے ہی یہ خیال تھا کہ غالب کا کلام مکمل طور پر صحیح ہیئتی ترتیب سے یکجا کیا جائے یعنی ان کی غزلوں کے منتشر حصوں کو دوبارہ یکجا کر کے اس ترتیب سے پیش کیا جائے جس میں غالب نے انھیں لکھا تھا۔'' (۱۷)

اس کتاب میں ص ۱۹ تا ۲۰ مقدمہ ہے جس میں حالات وتصانیفِ غالب کا بیان ہے۔ اس کی ترتیب اہم اصناف کے حوالے سے رکھی گئی ہے اور بے جا حواشی نہیں دیے گئے تا کہ قاری کے لیے دقت پیدا نہ ہو۔ آخر میں غزلیات، فردیات وغیرہ کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ مذکورہ مرتبین نے 'فرہنگِ غالب' بھی تیار کی ہے جو ۲۰۱۲ء میں 'اردو کلیاتِ غالب' کے ساتھ ہی سنگ میل سے شائع ہوئی۔

دیوانِ غالب کے سلسلے میں کی جانے والی مذکورہ بالا تدوینی کاوشوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عظیم ادیبوں کے کلام کی اہمیت اور مقبولیت ہر دور میں رہتی ہے۔ اب ان مرتبین کے نقطہ ہائے نظر اور ان کے مرتب کردہ دواوین کے امتیازات و تسامحات مختصراً دیکھتے ہیں:

- پروفیسر حمید احمد خان کا 'نسخۂ حمیدیہ' ۱۹۳۸ء کے قیامِ بھوپال کی یادداشتوں اور نوٹس پر مبنی ہے۔ ان کے پیشِ نظر قلمی نسخہ نہیں بلکہ مطبوعہ دیوان (۱۹۲۱ء) تھا۔ دوسرے اس میں قلمی نسخے کی ترتیب

برقرار رکھی گئی یعنی قصائد، غزلیات اور رباعیات کی ترتیب ہے۔ املا میں مطبوعہ نسخے کی تقلید کی گئی ہے کیوں کہ اصل مخطوطہ موجود نہیں تھا اور اس سے متن کے موازنے وتقابل کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ حمید احمد خان نے اختلافاتِ نسخ کو بیان کیا اور منشائے مصنف کی حتی الوسع کاوش کی جو کہ قابلِ قدر رہے۔

_ حافظ محمود شیرانی کا 'نسخۂ شیرانی' فوٹو آفسٹ کی شکل میں ہے۔ یہ قدیم الکتابت نسخوں میں سے ایک کا عکس ہے۔ اس میں ہر ورق ا اور ب دو اجزا میں منقسم نظر آتا ہے۔ ان کو جوڑنے کے لیے رکاب ڈالے گئے ہیں۔ اس نسخے کی املائی خصوصیات کے مطالعہ سے اس دور کا اندازِ کتابت بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ 'نسخۂ شیرانی' کی قدامت اور املائی خصوصیات کی وجہ سے اس کی اہمیت نمایاں ہے۔

_ امتیاز علی خاں کے 'نسخۂ عرشی' کا ایک امتیاز اس کا ضخیم مقدمہ ہے۔ ۱۵۹ صفحات پر مشتمل یہ مقدمہ حیاتِ غالب کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ عرشی صاحب نے اس دیوان کو چار حصوں گنجینۂ معنی، نوائے سروش، یادگارِ نالہ اور بادآورد میں تقسیم کیا ہے اور تاریخ وار کلام کی ترتیب رکھی ہے۔ عرشی صاحب نے نسخۂ رام پور جدید کی ترتیب کو بنیاد بنایا ہے اور متداول دواوین کی ترتیب کو نظر انداز کر دیا ہے۔ انھوں نے منشائے مصنف کے حصول کی کوشش کی ہے لیکن اس میں خوش ذوقی کے جواز سے گنجائش بھی نکال لی ہے کہ منشائے مصنف سے کہیں کہیں انحراف کیا جا سکے۔ عرشی صاحب نے کئی مقامات پر غالب کے مختاراتِ املائی کی پابندی کی ہے جو تدوینِ متن کا عمدہ اصول ہے۔

دیوانِ غالب 'نسخۂ عرشی' میں یہ خامی نظر آتی ہے کہ تاریخی ترتیب کی وجہ سے کلام کی وحدت برقرار نہیں رہ سکی۔ کلام مختلف حصوں میں منتشر صورت میں موجود ہے۔ انھوں نے غالب کے اشعار کے بعض ہم معنی اشعار بھی درج کیے ہیں۔ حواشی میں ان اضافی معلومات کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ بحیثیت مجموعی 'نسخۂ عرشی' کا معیار کافی بہتر ہے۔

_ کالی داس گپتا رضا کا 'دیوانِ غالب کامل ___ تاریخی ترتیب کے ساتھ' اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں کلام زمانی ترتیب سے گیارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں مرتب نے 'نسخۂ عرشی'

سے استفادہ اور تقلید کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔ اس میں اختلافاتِ نسخ کو اس لیے درج نہیں کیا گیا کیوں کہ 'نسخۂ عرشی' میں یہ کام عمدہ طریقے سے ہو چکا ہے۔

دیوانِ غالب کامل میں قاری کے لیے یہ بڑی دشواری ہے کہ وہ ردیف وار کلام تلاش نہیں کر سکتا اور کالی داس گپتا رضا کی ترتیب، غالب کی اختیار کردہ ترتیب سے مختلف ہے۔

_ دیوانِ غالب ___ نسخۂ خواجہ کو ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے ترتیب دیا ہے۔ اس کی 'نسخۂ لاہور' مملوکہ پنجاب یونیورسٹی سے حد درجے مماثلت کی وجہ سے کئی شکوک پیدا ہوئے۔ اس میں مخطوطے کا عکس شامل ہے جو اچھی بات ہے لیکن کمپوز شدہ متن میں مخطوطے سے انحراف کئی جگہوں پر نظر آتا ہے۔ عرشی صاحب کی تقلید میں واوٴ مقلوب کا بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔

_ 'دیوانِ غالب اردو ___ نسخۂ عرشی و نسخۂ حمیدیہ کا تقابلی مطالعہ' کی مؤلف ڈاکٹر زہرہ نثار ہیں۔ انھوں نے 'نسخۂ عرشی' کو 'نسخۂ حمیدیہ' پر فوقیت دی ہے اور دونوں کو ملا کر ایک نیا دیوانِ غالب مرتب کیا ہے۔ اس میں عرشی صاحب کی تاریخی ترتیب اور چار حصوں کی تقسیم کو رد کر دیا گیا ہے اور غالب کی منشا کے مطابق الف بائی ترتیب اختیار کی گئی ہے۔ کلام کو وحدت عطا کی گئی ہے اور اضافی متن کی نشان دہی کی گئی ہے جو نسخۂ عرشی یا نسخۂ حمیدیہ میں سے ایک جگہ درج ہے اور دوسری جگہ موجود نہیں ہے۔ اس کی اہم خوبی یہ ہے کہ مصنف کی اصلاحات کو بعینہٖ قبول کیا گیا ہے جو تدوین کا ایک اہم اصول ہے اور خط کشید الفاظ کی حواشی میں وضاحت کی گئی ہے۔ اس طرح زہرہ نثار کے ہاں تدوینی اصولوں کا اچھا شعور نظر آتا ہے۔

_ اردو کلیاتِ غالب ___ نسخۂ اشرف کے مرتبین ڈاکٹر محمد خاں اشرف اور ڈاکٹر عظمت رباب ہیں۔ اس دیوان کی ترتیب متداول دیوان سے مختلف ہے۔ اسے الف بائی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ اس سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا۔ دوسرے اختلافاتِ نسخ کو متن کے آخر میں 'حواشی' کے عنوان کے تحت درج کیا گیا ہے متن کے ساتھ نہیں دیا گیا جس طرح عموماً متن اور حواشی کو ساتھ ساتھ دیا جاتا ہے۔ اس میں اشاریہ بھی ہے جس سے مطلوبہ شعر یا غزل کی تلاش میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان مذکورہ بالا دواوین کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر مرتب کا مقصد غالب کے کلام کو صحتِ متن کے ساتھ پیش کرنا اور ایک معیاری نسخہ ترتیب دینا ہے۔ غالب نے اپنا کلام جس طرح لکھا اسے اسی صورت میں قارئین تک پہنچانا ان کا مقصود ہے مگر کچھ استثنائی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جیسے کالی داس گپتا رضا کے 'دیوان کامل' اور 'نسخۂ عرشی' از امتیاز علی خاں عرشی میں تاریخی ترتیب اختیار کی گئی ہے اور نسخۂ اشرف میں الف بائی ترتیب سے کلام جمع کیا گیا ہے۔

کم وبیش ہر مرتب نے 'مقدمہ' میں اپنے نقطۂ نظر، تدوینِ دیوان کا مقصد اور تدوینی اصولوں کے بارے میں بتایا ہے۔ یہ سب مقدمے غالب کے حالات وفن کے بارے میں مفید معلومات مہیا کرتے ہیں۔ عرشی صاحب کا مقدمہ ۱۵۹ صفحات کا ہے اور سب سے زیادہ ضخیم اور عالمانہ ہے۔

غالب کے مختاراتِ املائی کا شعور بھی سب مدونین کے ہاں نظر آتا ہے۔ عموماً غالب کی املا کا ہی تتبع کیا گیا ہے لیکن عرشی صاحب اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے ہاں انحراف کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ امتیاز علی خان عرشی کے کام کی فوقیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً سب مرتبین کے پیشِ نظر 'نسخۂ عرشی' رہا ہے اور اس سے استفادہ کا اعتراف سبھی نے کیا ہے۔ امتیاز علی خاں عرشی کا مرتبہ 'دیوان غالب' نسخۂ عرشی ہی سب سے بہترین کام ہے اور یہ بنیادی اور اساسی کام کی حیثیت رکھتا ہے مثلاً اختلافاتِ نسخ کو کالی داس گپتا رضا نے اس لیے بیان نہیں کیا کہ یہ کام امتیاز علی خاں عرشی نے عمدہ طریقے سے کر دیا ہے۔ عرشی صاحب کے کارنامے کا اعتراف ڈاکٹر کمال احمد صدیقی نے اس طرح کیا ہے:

> ''ان کا بڑا کارنامہ غالب کے بارے میں ان تمام اہم معلومات کو جمع کر دینا ہے جو بکھری ہوئی تھیں۔ یہ ساری معلومات، مرتب طریقے سے دیباچہ، شرحِ غالب، اختلافِ نسخ اور اشاریے میں موجود ہیں۔ ان میں اضافہ تو ہوسکتا ہے لیکن زیادہ نہیں۔ اس نوعیت کا مربوط کام اور نہیں کیا گیا۔'' (۱۸)

یہ رائے امتیاز علی خاں عرشی کے کارنامے پر صادق آتی ہے کہ انھوں نے تدوینِ متن کا فریضہ عمدہ طریقے سے نبھایا ہے۔ ان سب محولہ بالا تدوینی کاموں سے واضح ہوجاتا ہے کہ معیاری اور مستند متن کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے۔ ان سب مرتبین کی محنت، اخلاص اور سعی سے انکار ممکن نہیں ہے۔ خوبیاں اور خامیاں ہر کام میں ہوتی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ سب دواوین ’غالب شناسی‘ کی روایت میں اہم مقام رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) تصدق حسین رضوی، مولوی سید (مؤلف)، لغاتِ کشوری، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص۹۶

(۲) علی اکبر (مؤلف)، لغت نامہ دہخدا، تہران: چاپ سیروس، آذر ماہ ۱۳۳۵ شمسی، ص۵۰۹

(۳) محمد پادشاہ متخلص بہ شاد (مؤلف)، فرہنگ آنندراج، تہران: کتاب خانہ خیام، فروردین ۱۳۳۶ خورشیدی، ص۱۰۵۶

(۴) حسن عمید (مؤلف)، فرہنگ فارسی عمید، تہران: چاپ خانہ سپہر، چاپ اول ۱۳۴۶ء، ص۳۸۳

(۵) کالی داس گپتا رضا، غالب کی بعض تصانیف، پاکستان: انجمن ترقی اردو، ۲۰۰۲ء، ص۱۱۔۲۵

(۶) حمید احمد خاں (مرتب)، دیوانِ غالب نسخۂ حمیدیہ، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۹۴ء، ص۲۱

(۷) دیوانِ غالب، نسخۂ شیرانی، لاہور: مجلس ترقی ادب، اشاعت اول اگست ۱۹۶۹ء، ص۱۰۶۔ب

(۸) ایضاً، ص۵۰ لے

(۹) امتیاز علی خاں عرشی (مرتب)، دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء، ص۴۷۔۷۶

(۱۰) ایضاً، ص۷۷۔۷۸

(۱۱) کالی داس گپتا رضا (مرتب)، دیوان غالب کامل ___ تاریخی ترتیب کے ساتھ، پاکستان: انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۰ء، ص۲۰

(۱۲) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید (مرتب)، دیوانِ غالب ــــــ نسخۂ خواجہ، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص۳۵

(۱۳) رشید حسن خان، املائے غالب، کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء، ص۲۶

(۱۴) تحسین فراقی، ڈاکٹر، دیوانِ غالب نسخۂ خواجہ ــــ اصل حقائق، لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، مارچ ۲۰۰۱ء، ص۱۴

(۱۵) زہرہ نثار (مرتب)، دیوانِ غالب اردو ــــــ نسخۂ عرشی اور نسخۂ حمیدیہ کا تقابلی مطالعہ، لاہور: ادارۂ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، جون ۲۰۰۹ء، ص۲

(۱۶) ایضاً، ص۸۴

(۱۷) محمد خان اشرف، ڈاکٹر، عظمت رباب، ڈاکٹر (مرتبین)، اردو کلیاتِ غالب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص۱۳۰

(۱۸) کمال احمد صدیقی، ڈاکٹر، مضمون ''دیوانِ غالب اردو نسخۂ عرشی'' مشمولہ مولانا امتیاز علی عرشی ــــ ادبی و تحقیقی کارنامے، (مرتب) نذیر احمد، پروفیسر، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، دسمبر ۱۹۹۱ء، ص۱۶۳